آرا وافکار

غازی عبدالرحمٰن قاسمی *

حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ کا منہج واسلوب (۲)

اس مقام پر ایک وزنی سوال ہے کہ شاہ صاحب جیسے جلیل القدر عالم جن کی پہچان ہی محدث دہلوی کے نام سے ہے، ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح احادیث کے ساتھ ضعیف احادیث بھی نقل کریں اوران سے استدلال کریں؟

علامہ زاہد الکوثریؒ کے شاہ صاحب پر اعتراضات:

علامہ زاہد الکوثریؒ (م-۱۳۶۸ھ) نے شاہ صاحب پر جو اعتراضات کیے ہیں، ان میں سے ایک یہی ہے ''کہ آپ کی نظر صرف متون حدیث کی طرف ہے، اسانید کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔'' علامہ کوثریؒ نے شاہ صاحب کی علمی خدمات کو کھلے دل سے سراہا ہے مگر اس کے بعد چند مقامات پر آپ کے بعض افکار پر کڑی تنقید کرتے ہوئے گرفت بھی کی ہے۔ علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں:

ولہ رحمة اللہ خدمة مشکورة فی انهاض علم الحدیث فی الهند، لکن هذا لایبیح لنا السکوت عما ینطوی علیه من اعمال تجافی الصواب (۳۷)

''آپؒ کی ہندوستان میں علم الحدیث کی اشاعت میں قابل تشکر خدمات ہیں۔ لیکن محض اس بات کی وجہ سے ہم آپ کی بیان کردہ ان باتوں پر خاموشی نہیں اختیار کر سکتے جو درستگی سے دور ہیں۔''

اس کے بعد علامہ کوثریؒ نے جو مباحث شروع کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ شاہ صاحب اعتقادی اور فروعی مسائل میں حنفی مذہب پر تھے۔ اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے موقف ''توحید شہودی'' کے قائل تھے۔ مگر جب آپؒ حجاز تشریف لے گئے تو شیخ ابو طاہرؒ بن ابراہیم سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے والد ابراہیمؒ کی کتب کا گہرا اثر قبول کیا جب کہ ان کی کتب میں ہر قسم کی آراء موجود تھیں۔ چنانچہ آپؒ فقہ اور تصوف میں ان کی طرف مائل ہوگئے۔ اور جب ہندوستان لوٹ کر آئے تو اپنے گھر والوں اور خاندان کے مذہب سے انحراف کیا۔ یعنی فقہ، تصوف اور اعتقادی مسائل میں خاندانی مذہب (مسلک) کو چھوڑ دیا اور ''توحید شہودی'' کی جگہ ''توحید وجودی'' کے قائل ہوگئے۔

---

* لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان

۲۔شاہ صاحبؒ اللہ تعالیٰ کے شکل وصورت میں تجلی فرمانے کے قائل ہیں۔اوراس کے بھی کہ اللہ تعالیٰ کا مظاہر میں ظہور ہوتا ہے اور آپؒ کے خیال میں یہ اکابر کا عقیدہ ہے۔جبکہ یہ بات تو ان لوگوں کے مطابق ہے جو حلول کے قائل ہیں۔جید علماء کے نزدیک اس قسم کا قول قابل ترک ہے۔

۳۔صحاح ستہ کی احادیث کے متون کی طرف آپؒ کی خاصی توجہ ہے اسانید کی طرف نہیں ہے۔جبکہ اہل علم کے ہاں صحیحین کی اسانید پر بھی نظر کی جائے گی۔اوراسی طرح جب فروعی (فقہی) مسائل میں اسناد کو پرکھا جاتا ہے جیسا کہ اہل علم کا طریقہ کار رہا ہے۔تو اعتقادی مسائل میں کس طرح اسناد کی طرف نظر نہ کرنے کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ شاہ صاحب نے فقہی مسائل ہوں یا اعتقادی مسائل ہوں صرف متون حدیث کی طرف توجہ کی ہے اسانید کو نظرانداز کیا ہے۔اور محض صحاح ستہ کے متون پر اکتفاء کرنا اور اسناد کو نظر انداز کرنا یہ مذاہب فقہاء اور ائمہ کی مسانید میں تحکم پر بڑی جرات ہے۔تاریخ کے امام اور ماہر محقق پر یہ بات عیاں ہوجاتی ہے۔

۴۔شاہ صاحبؒ کا ''شق قمر'' کے بارے میں موقف یہ ہے کہ چاند دوٹکڑے نہیں ہوا تھا بلکہ دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوا تھا۔علامہ کوثری کہتے ہیں کہ رسولوںؑ کی شان میں سے نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کریں۔یہ موقف شاہ صاحب کا تفرد ہے۔

۵۔حدیث کے مشکل مقامات کی تشریح کرتے ہوئے آپ عالم مثال کے قائل ہیں جس میں معانی (وہ چیزیں جن کا دنیا میں جسم نہیں ہے۔) جسم کی شکل پاتے ہیں۔جیسا کہ بعض صوفیہ اس کے قائل ہیں۔جبکہ شرعا اور عقلا اس قسم کے کسی عالم کا وجود ثابت نہیں ہے۔اور کسی چیز کو ایسی حالت پر محمول کرنا جس کو قرون اولی کے لوگ نہ سمجھتے ہوں وہ محض ایک خیال اور گمراہی ہے۔چنانچہ اسناد، رجال اور وجوہ دلالت پر نظر کیے بغیر جو کہ ائمہ صالحین کے ہاں معتبر ہے، حدیث کے مشکل مقامات کی تشریح کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۶۔آپؒ کا مطالعہ کتب محدود ہے۔یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات آپؒ متقدم علماء کے اقوال و موقف پر جو تبصرہ کرتے ہیں وہ ادھورا ہوتا ہے۔اس لیے کہ ان کی اصل کتب کی طرف آپ نے مراجعت نہیں کی ہوتی جس کی وجہ سے ان علماء کے اصول مذہب اور موقف میں اختلاف محسوس ہوتا ہے۔مثلاً آپؒ نے فقہ حنفی کے بعض فقہی اصولوں پر جو کلام کیا ہے وہ اسی قبیل سے ہے۔اگر متقدمین حنفیہ کی کتب اصول مثلاً عیسیٰ بن ابان کی **الحجج الکبیر**، **الحجج الصغیر**، ابوبکر رازی کی فصول، اتقانی کی شامل، ظاہر الروایت کی کتب کی شروح کا مطالعہ کیا ہوتا تو یہ صورتحال نہ ہوتی۔

۷۔آپؒ اس بات کے قائل ہیں کہ عالم قدیم ہے جب کہ جمہور کے ہاں عالم حادث ہے۔اور سنن ترمذی میں ابو رزین کی حدیث ''فی العما'' سے آپ نے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے جبکہ اس کے راوی نے جو اس کی تشریح کی ہے اس کو آپؒ نے نظر انداز کر دیا ہے۔اور اس میں حماد بن سلمہ اور وکیع بن حدس متکلم فیہ راوی موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اس حدیث کو نہیں لیا۔اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا اثبات یا عالم کو قدیم ثابت کرنا یہ قرآنی تعلیمات کے منافی ہے، جس شخصیت کی حدیث میں ایسی صورت حال ہو تو احکام کے دلائل میں اسے کیسے منصف مان لیا جائے۔(۳۸)

علامہ کوثریؒ کے مذکورہ اعتراضات کے جوابات تفصیل کے متقاضی ہیں، ان شاء اللہ تعالی کسی اور مقالہ میں اس پر تفصیلی قلم اٹھایا جائے گا۔ اگر کوئی اور صاحب علم بھی اس پر کام کرنا چاہے تو میدان خالی ہے۔ بہر کیف ان اعتراضات میں سے تین کا تعلق زیر نظر مقالہ کے مباحث سے ہے۔ ان کا اجمالی جواب شاہ صاحبؒ کے کلام سے ہی پیش کیا جائے گا۔ علامہ کوثریؒ کا یہ اعتراض کہ ''شاہ صاحب کی نظر صرف متون حدیث تک ہے اسناد پر توجہ نہیں ہے۔''

اس سوال کا جواب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی ہی ایک عبارت سے پیش کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وانما الاقرب من الحق با عتبار فن الحدیث ماخلص بعد تدوین احادیث البلاد وآثار فقھا ئھا ومعرفۃ المتابع علیہ من المتفرد بہ والاکثررواۃ والاقوی روایۃ مما ھو دون ذالک علی انہ ان کان شئی من ھذا النوع استطرادا فلیس البحث عن المسائل الاجتھادیہ وتحقیق الاقرب منھا للحق بدعا من اھل العلم ولا طعنا فی احد منھم(۳۹)

''اور فن حدیث کی رو سے وہ احادیث حق سے زیادہ قریب ہیں جو ممالک اسلامیہ میں مدون ہوئیں اور ان میں سے قابل اعتماد ہو کر سامنے آئیں اور فقہاء نے جن کی تائید کی اور متابعات نے ان کے تفرد کو دور کیا جن کے راوی بکثرت رہے اور اسانید وروایات قوی تر رہیں اس قسم کی احادیث حق کے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت ان احادیث کہ جن میں یہ صفات نہیں ہیں البتہ اگر اس قسم کی کوئی حدیث تبعا بطور تائید پیش کی جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں، کیونکہ مسائل اجتہادیہ میں بحث کرنا اور جو حق سے قریب تر اسے ثابت کرنا علماء کرام کے نزدیک کوئی بدعت نہیں ہے نہ اس کی وجہ سے ان علماء کی شان میں کوئی طعن ہو سکتا ہے۔''

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں احادیث پر اس لیے کلام نہیں کرتے کہ آپ نے ان احادیث کو ہی ذکر کیا ہے جن کو مشہور محدثین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ اور وہ قابل اعتماد روایات ہیں۔ لہٰذا مذکورہ اعتراض کا جواب ہو گیا کہ شاہ صاحب اس لیے احادیث کی صحت وسقم پر کلام نہیں کرتے کہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ روایات صحیح ہیں۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایات ضعیف ہیں تو اس کا جواب بھی شاہ صاحب کے کلام سے ملتا ہے۔ کہ ایسی احادیث کو ضمنا وتبعا بطور تائید کہ پیش کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ اجتہادی مسائل میں بحث کرنا اور احق کی معرفت اہل علم کے نزدیک بدعت نہیں ہے۔

باقی آپؒ کے تفردات اور مطالعہ کتب کے محدود ہونے کا پس منظر کیا ہے۔؟ ان اعتراضات کے جوابات آگے آ رہے ہیں۔

عقلی دلیل کی مثال:

شاہ صاحبؒ تدبیر منزل کے بیان میں فرماتے ہیں:

وھو الحکمة الباحثة عن کیفیة حفظ الربط الواقع بین اھل المنزل علی الحد الثانی من الارتفاق وفیه اربع جمل الزواج ،والولادة والملکة والصحبة (۴۰)

''اور تدبیر منزل وہ حکمت ہے جوارتفاق کی حد ثانی پر ایک گھر کے باشندوں میں پائے جانے والے ربط وتعلق کی کی نگہداشت کی کیفیت سے بحث کرنے والی ہے۔اس فن میں چار جملے ہیں۔از دواج، ولادت، ملکیت اور رفاقت۔''

مرد وعورت کے درمیان قربت ورفاقت کی وجہ جماع کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

و الاصل فی ذالک ان حاجة الجماع اوجبت ارتباطا واصطحابا بین الرجل والمراة(۴۱)

''اور بنیادی دلیل اس از دواج میں یہ ہے کہ جماع کی ضرورت نے مرد اور عورت کے درمیان باہمی تعلق اور رفاقت ثابت کی ہے۔''

۴۔کئی مقامات پر اجمالا بات کرنے کے بعد وَمِنْہا (اور ان میں سے) کے تحت اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور اسے ۲۵۰ سے زائد مقامات پر لائے ہیں۔

مثال:

شاہ صاحب دین اسلام کے دیگر مذاہب پر غلبہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وغلبة الدین علی الادیان لھا اسباب (۴۲)

''اور دین اسلام کو عالم کے تمام ادیان پر غالب اور بلند وبالا کرنے کے چند اسباب ہیں۔''

اس کے بعد ''وَمِنھَا'' سے اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

منھا اعلان شعائرہ علی شعائر سائر الادیان وشعائر الدین امر ظاھر یختص به یمتاز صاحبه به من سائر الادیان کالختان وتعظیم المساجد والاذان والجمعة والجماعات (۴۳)

''اور ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ،اسلامی شعائر کو دیگر ادیان کے شعائر پر ظاہر کرنا۔اور دین کا شعار وہ ظاہری معاملات ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں۔جس کے ذریعے صاحب شعار تمام ادیان سے ممتاز ہوتا ہے۔جیسے ختنہ کرانا،مساجد کی تعظیم کرنا،اذان، جمعہ اور جماعتیں۔''

اور آگے لکھتے ہیں:

ومنھا ان یقبض علی ایدی الناس الا یظھروا شعائر سائر الادیان (۴۴)

''اوران میں سے یہ کہ امام لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑ لے کہ وہ دیگر ادیان کے شعائر کو ظاہر نہ کریں۔''
یعنی دیگر ادیان کے شعائر کے ظاہر کرنے پابندی عائد کر دی جائے۔
اور آگے مزید لکھتے ہیں:

ومنھا الایجعل المسلمین اکفاء للکافرین فی القصاص والدیات ولافی المناکحات ولافی القیام بالریاسات لیلجئھم ذالک الی الایمان الجاء (۴۵)

''اوران اسباب میں سے، کہ مسلمان اور کافروں کو قصاص و دیت میں برابر نہ رکھا جائے اور نہ نکاح کے معاملوں میں، اور ریاست کے انتظام وانصرام میں تا کہ یہ امتیاز ان میں ایمان کی رغبت پیدا کرے۔''
اور آگے لکھتے ہیں:

ومنھا ان یکلف الناس باشباح البر والاثم ویلزمھم ذالک الزاما عظیما(۴۶)

''اوران میں سے یہ کہ لوگوں کو نیکی اور گناہ میں ظاہری اعمال کا حکم دیا جائے اور تاکید کے ساتھ ان کو لازم کیا جائے۔''

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام ''دین اسلام کو دیگر مذاہب پر غالب کرنے کے اسباب'' کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ دین اسلام کے شعائر کو دنیا کے تمام ادیان اور مذاہب کے شعائر سے بلند و بالا رکھا جائے اور یہ شعائر بالکل واضح ہوں اور انہی کے لیے مخصوص ہوں کہ ان شعائر کو اختیار کرنے والے دیگر مذاہب سے الگ ہو جائیں۔ مثلا ختنہ، مسجدوں کی تعظیم، اذان، جمعہ اور جماعتیں وغیرہ۔ اس سے دیگر ادیان پر دین اسلام کا غلبہ ہوگا۔

۲۔ دیگر مذاہب والوں کو ممانعت کر دی جائے کہ وہ اپنے مذہبی شعائر کو ظاہر اور برملا اختیار نہ کریں۔

۳۔ قصاص، دیت، نکاح اور دیگر ریاست کے اہم عہدوں پر کافروں کو مسلمانوں کے برابر نہ کیا جائے تا کہ وہ ایمان کی طرف رغبت کریں۔

۴۔ امام وقت لوگوں کو نیکی اور بدی کی ظاہری صورتوں کا پابند کرے کہ اس قسم کے ظاہری کام نیکی ہیں جو کرنے ہیں اور اس قسم کے کام گناہ ہیں جن سے بچنا ہے۔

واضح رہے کہ مسلمان اور کافر کی دیت میں جو فرق شاہ صاحب نے کیا ہے۔ احناف کا موقف اس سے مختلف ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک مسلمان کو قصاصا کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور کافر کی دیت بھی مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔

شاہ صاحب حدیث نقل کرتے ہیں:

لَا یقتل مُسلم لکَافِرٍ (۴۷)

''کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔''

اس حدیث کی تشریح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اقول والسر فی ذالک ان المقصود الاعظم فی الشرع تنویہ الملۃ الحنیفیۃ ولایحصل الا بان یفضل المسلم علی الکافر ولایسوی بینھما(۴۸)

''میں کہتا ہوں اس میں یہ حکمت ہے کہ شریعت اسلامیہ کا عظیم ترین مقصد یہ ہے کہ ملت حنیفیہ کی عظمت وشوکت قائم کی جائے۔اورظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ کافر کے مقابلہ میں مسلمان کی فضیلت وبرتری قائم کی جائے اورکافر ومسلمان کے درمیان مساوات نہ رکھی جائے۔''

اسی طرح دیت کے مسئلہ میں شاہ صاحب حدیث نقل کرتے ہیں:

دِیَۃ الْکَافِرِ نصف دِیَۃ الْمُسلم(۴۹)

''کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔''

اس حدیث کی تشریح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اقول السبب فی ذالک ما ذکرنا قبل انہ یجب ان ینوہ بالملۃ الاسلامیۃ وان یفضل المسلم علی الکافر ولان قتل الکافر اقل افساد ا بین المسلمین واقل معصیۃ فانہ کافر مباح الاصل یندفع بقتلہ شعبۃ من الکفر وھو مع ذالک ذنب وخطیئۃوافساد فی الارض فناسب ان تخفف دیتہ (۵۰)

''میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سے ملت اسلامیہ کی شان وشوکت اورعظمت مقصود ہے نیز یہ بھی وجہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے مقابلہ میں برتری دی جائے۔نیز یہ کہ کافر کا قتل مسلمانوں کے درمیان فساد پیدا کرنے کے لحاظ سے کم ہے۔اورکافر کو قتل کرنے کا گناہ بھی بہت کم ہے کیونکہ کافر مباح الاصل ہے۔اس کے قتل کرنے سے کفر کی ایک شاخ دور ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی کافر کو قتل کرنا گناہ،خطا اور زمین میں فساد پھیلانا ہے اس لیے دیت میں تخفیف ہی مناسب ہے۔''

کافراورمسلمان کے قصاص ودیت میں فرق کے لحاظ سے شاہ صاحب کا موقف بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آ گیا کہ اس میں شریعت اسلامیہ کا مقصود ملت اسلامیہ کی شان وشوکت ہے۔مالکیہ کا موقف بھی یہی ہے کہ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔(۵۱)اوراسی طرح کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔(۵۲)مگر احناف کے ہاں کافر کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔اوراگر کسی مسلمان نے کافر ذمی کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

امام محمد بن حسن الشیبانی (م-۱۸۹ھ) نے اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں:

والاحادیث فی ذالک کثیرۃ عن رسول اللہ ﷺمشھورۃ معروفۃ انہ جعل دیۃ الکافر مثل دیۃ المسلم وروی ذالک افقھھم واعلمھم فی زمانہ واعلمھم بحدیث

رسول اللہ ﷺ ابن شھاب الزھری فذکر ان دیة المعاھد فی عھد ابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنھم مثل دیة الحر المسلم (۵۳)

''اوراس بارے میں بہت سی مشہورومعروف احادیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے کافر کی دیت کومسلمان کی دیت کے مثل مقرر کیا۔اور یہ روایت کرنے والے اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ حدیث رسول ﷺ کے افقہ واعلم ہیں ۔امام ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ معاہد کی دیت حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان کے زمانہ میں آزاد مسلمان کی دیت کے مثل تھی ۔''

شیخ جمال الدین ابومحمد علی بن ابی یحییٰ (م-۶۸۶ھ) نے بھی اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔(۵۴)اسی طرح امام زیلعی نے بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔(۵۵)اور مسلمان کو کافر کے بدلے قتل کرنے کے بارے میں صاحب ہدایہ نے تفصیلی بحث کی ہے۔(۵۶)

۵۔قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح اور شریعت اسلامیہ کی تعبیر کرتے وقت شاہ صاحب جو رائے قائم کرتے ہیں وہ اکثر ان کی اپنی ہوتی ہے۔ایسا شاذ ونادر ہے کہ آپ اپنے سے پہلے گزرنے والے اہل علم کی کتب سے اقتباس اور حوالہ دیں۔ جہاں یہ بات آپ کی علمیت کی دلیل ہے، وہیں پر حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کرنے والے کے لیے بہت بڑا مشکل مرحلہ ہے۔اس لیے کہ اکثر مقامات پر آپ کی ذاتی رائے ہوتی ہے اور سابقہ کتب سے آپ نے وہ بات نقل نہیں کی ہوتی بلکہ آپ پر القاء یا الہام ہوتی ہے اور اس کا ماخذ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مضامین کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔اس لیے کہ اگر وہ رائے کسی سابقہ کتب سے لی گئی ہو تو اس کتاب سے مراجعت کر کے اس کا سمجھنا آسان ہے۔مگر چونکہ ایسا نہیں ہے، اس لیے بہت سے مضامین تک اچھے خاصے علم رکھنے والے کی رسائی نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی اس کتاب میں دیگر اہل کے حوالے اور اقتباس ہیں مگر بہت کم تعداد میں ہیں۔شاہ صاحب کی اس کتاب میں دیگر اہل علم کے زیادہ حوالے کیوں نہیں ملتے۔؟ یا بقول علامہ کوثری ''آپ کا مطالعہ محدود تھا'' اس کی کیا وجہ ہے۔؟

اس کا جواب بھی شاہ صاحبؒ کے کلام سے نقل کیا جاتا ہے:

وانہ لایتاتی منی الامعان فی تصفح الاوراق لشغل قلبی بمالیس لہ فواق ولا یتیسر لی التناھی فی حفظ المسموعات لاتشدق بھا عند کل جاء وآت وانما انا المتفرد بنفسہ المجتمع (۵۷)

''اور میرے لیے کتابوں کی ورق گردانی آسان نہیں ہے کیوں کہ میرا دل ایسے معاملہ میں مشغول ہے جس سے مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔اور میرے لیے اساتذہ سے سنی ہوئی باتوں کو یاد رکھنے میں آخری حد تک پہنچنا بھی آسان نہیں کہ میں ہر آنے اور جانے والے کے سامنے انہیں بیان کروں، میں اپنی ذات کے ساتھ تنہا ہونے والا ہوں۔''

چونکہ شاہ صاحب ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف ومشغول رہتے تھے اس لیے زیادہ کتابوں کی طرف مراجعت نہیں

کرتے تھے۔ان کے زیادہ تر علوم کسبی و القائی ہیں۔اس لیے آپ کی کتابوں میں کتب متقدمین کی عبارات واقتباسات بہت کم ہیں۔

۶۔شاہ صاحب کا انداز تحریر اور الفاظ کا استعمال فصاحت و بلاغت کے لحاظ اس قدر بلند ہے کہ عام قاری کی اس تک رسائی نہیں ہوسکتی اور بعض مقامات پر عبارت اس قدر مغلق اور دقیق ہے کہ متعدد الفاظ کا مفہوم لغت کا سہارا لیے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اور یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہورہا ہے۔اس لیے کتاب سے کماحقہ استفادہ کے لیے عربیت وادبیت میں اعلیٰ استعداد کی ضرورت ہے۔

۷۔شاہ صاحب اس قدر مختصر انداز میں مضامین کو تحریر کرتے ہیں کہ بڑی طویل بحثوں کو چند جملوں میں سمیٹ دیتے ہیں۔بعض اوقات اسی حد سے زیادہ اختصار کی وجہ سے مضامین گرفت میں نہیں آتے۔

۸۔شاہ صاحب نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جس سے اجتہاد و تحقیق پر طاری جمود کا خاتمہ ہوگیا کہ ہر بات میں وہی حق ہے جو سلف نے کہہ دیا ہے مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔چنانچہ وہ غیر منصوص فروعی مسائل جن میں علماء کی بحثیں ہوئی ہیں اگر مجبوری اور ضرورت کے وقت اس قسم کے مسائل میں مزید توضیح و تشریح کی ضرورت پیش آئے تو شاہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ ہم پر لازم نہیں کہ ہم ان پہلے علماء کی ہر اس بات میں موافقت کریں جو انہوں نے کہی ہے۔چنانچہ اس بارے میں آپ نے جو تفصیلی کلام کیا ہے وہ بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

فلیس کل ما استنبطوہ من الکتاب والسنة صحیحا او راجحا ولا کل ما حسبه ھولاء متوفقا علی شئی مسلم التوقف ولا کل ما اوجبوا ردہ مسلم الرد ولا کل ما امتنعوا من الخوض فیه استصعا با له صعبا فی الحقیقة ولا کل ما جاوا به من التفصیل والتفسیر احق مما جاء به غیرھم (۵۸)

''یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ان علماء نے کتاب وسنت سے مستنبط کیا ہے وہ بالکل صحیح اور راجح ہو،اور نہ یہ ضروری ہے کہ ان علماء نے کسی مسئلہ کو کسی چیز پر موقوف سمجھا وہ حقیقت میں بھی اس پر موقوف ہو، یا جس چیز کی انہوں نے تردید واجب سمجھی اس کی تردید واجب سمجھی جائے، یا جن امور پر غور وغوض انہوں نے دشوار خیال کیا اور واقعہ میں بھی وہ دشوار ہی ہوں، یا جو تفصیل و تفسیر انہوں نے پیش کی وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہو۔''

شاہ صاحب کی مذکورہ رائے کو نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔یہ بات ضروری نہیں کہ سابقہ علماء کے قرآن وحدیث سے اخذ کیے ہوئے مسائل صحیح اور راجح ہوں جو لوگ ان کے بعد آئے ان کی تحقیقات بھی صحیح اور راجح ہوسکتی ہیں۔

۲۔متقدم علماء نے کسی مسئلہ کو کسی دوسری چیز پر موقوف سمجھا، یہ ضروری نہیں کہ نفس الامر میں ایسا ہی ہو، یہ بھی

ہوسکتا ہے کہ ان کی رائے غلط ہو۔

۳۔سابقہ علماء نے جس چیز کی تردید کرنا لازمی سمجھی، ضروری نہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر بھی اس کی تردید واجب ہو۔اس لیے کہ یہ ان کی رائے ہے جس کی اتباع کرنی دوسروں کے لیے ضروری نہیں ہے۔

۴۔ ہر وہ معاملہ جس پر غور وفکر کرنے کے بعد سابقہ علماء نے سمجھا کہ یہ مشکل اور حل نہ ہونے والا مسئلہ ہے، ضروری نہیں کہ وہ مسئلہ یا معاملہ حقیقت میں بھی حل نہ ہوسکتا ہو عین ممکن ہے بعد والے لوگ زیادہ اچھے طریقے سے اس کا حل پیش کر دیں۔

۵۔علماء متقدمین نے جن آیات واحادیث کی تفسیر وتفصیل بیان کی ہے، ضروری نہیں کہ وہ دیگر بعد میں آنے والے اہل علم کی بیان کردہ تفسیر وتشریح سے زیادہ قبولیت کی حقدار ہو۔عین ممکن ہے کہ بعد والے لوگ ان پر سبقت لے جائیں۔

آخر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> **اما ھولاء الباحثون بالتخریج والاستنباط من کلام الاوائل المنتحلون مذھب المناظرہ والمجادلة فلا یجب علینا ان نوافقه فی کل ما یتفوھون به ونحن رجال وھم رجال والامر بیننا وبینھم سجال (۵۹)**

’’بہر حال وہ لوگ جو متقدمین کے اقوال وکلام سے اخذ واستنباط کے ذریعہ بحث کرنے والے ہیں۔مناظرہ اور مجادلہ جن کا مذہب ہے۔ان کے منہ سے نکلی ہر بات سے موافقت کرنا ہمارے لیے واجب نہیں ہے۔کیونکہ اگر وہ آدمی ہیں تو ہم بھی آدمی ہیں۔اور معاملہ ہمارے اوران کے درمیان کنویں کا ڈول ہے۔‘‘

شاہ صاحب نے اپنا موقف واضح کر دیا کہ وہ لوگ جن کا کام ہی مناظرہ ومجادلہ ہے ان کی ہر بات کو ہم کیوں تسلیم کریں وہ بھی انسان ہیں تو ہم بھی انسان ہیں۔ان کے اور ہمارے درمیان معاملہ بالکل ایسے ہے جیسے کنویں پر لٹکا ہوا ڈول جو بھی پہلے آئے گا وہ پانی بھرے گا۔

۹۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر شاہ صاحب نے ایسا موقف اختیار کیا ہے جس کا جمہور علماء وفقہاء میں کوئی قائل نہیں ہے۔ان باتوں کے بیان کرنے میں شاہ صاحب منفرد ہیں اور اس قسم کی آراء کو آپ کے تفردات میں شمار کیا جائے گا۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> **وستجدنی اذا غلب علی شقشقة البیان وامعنت فی تمھید القواعد غایة الامعان ربما اوجب المقام ان اقول بما لم یقل به جمھور المناظرین من اھل الکلام کتجلی اللّٰہ تعالی فی مواطن المعاد بالصور والاشکال وکاتبات عالم لیس عنصر یا یکون فیه تجسد المعانی والاعمال باشباح مناسبة لھا فی الصفة وتخلق فیه الحوادث قبل ان تخلق فی الارض وارتباط الاعمال بھیآت نفسانیه وکون تلک الھیآت فی الحقیقة سببا للمجازاة فی**

الحیات الدنیا وبعد الممات والقو ل بالقدر الملزم ونحو ذالک (٦٠)

''اورعنقریب آپ مجھے پائیں گے جب مجھ پر زور بیان کا غلبہ ہوگا ،اور میں نہایت غورخوض سے قواعدوضوابط تیارکروں گا، بسااوقات اس مقام کا تقاضا ہوگا کہ میں وہ بات کہوں جوعلمائے کلام میں سے کسی نہیں کہی ہوگی، مثلا اللہ تعالی کا آخرت میں شکل وصورت میں تجلی فرمانا، اورایک ایسے عالم کوثابت کرنا جس کا وجودترکیب عنصری سے بالاتر ہے۔جن میں معانی اوراعمال مختلف حالات میں مختلف قالبوں میں مناسب شکل وصورت میں مجسم اورمتشکل ہوکرظاہر ہوتے ہیں۔اوراس عالم مثال میں وہ تمام حوادث وواقعات جو بعدمیں جاکرزمین پرظاہراوررونما ہونے والے ہیں، پہلے سے ہی رونما ہوجاتے ہیں۔اوراعمال انسانی کا قلبی کیفیات سے ایک خاص تعلق اورربط اورانہی حالتوں کا درحقیقت دنیاوآخرت میں جزاوسزا کا موجب ہونا ہے۔اورتقدیرملزم کا قائل ہونااوراس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔''

شاہ صاحب کے تفردات کونکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔آخرت میں اللہ تعالی کا شکل وصورت میں تجلی فرمانا جبکہ جمہورعلماء اللہ تعالیٰ کوشکل وصورت سے پاک قرار دیتے ہیں۔

۲۔علماء نے دوعالم بیان کیے ہیں۔عالم دنیااورعالم آخرت، جبکہ شاہ صاحب کے نزدیک ایک عالم مثال بھی ہے جس کا وجودترکیب عنصری سے بالاتر ہے یعنی وہ غیرمادی جہاں ہے اوراس میں معنوی چیزوں اوراعمال کوبھی جسم ملتاہےاور پہلےاس عالم میں واقعات وحوادث کاظہور ہوتاہےاوراس کے بعدوہ دنیامیں رونما ہوتے ہیں۔

۳۔علماء نے جزاوسزا کا سبب اعمال انسانی کوقراردیاہے جب کہ شاہ صاحب کے نزدیک قلبی کیفیات (نیت وغیرہ) جزاوسزا کااصل سبب ہیں کیونکہ ان کے ساتھ ہی اعمال کاربط وتعلق ہوتا ہے۔

۴۔علماء کے نزدیک تقدیردوقسم کی ہے: تقدیرمعلق اورتقدیرملزم، جبکہ شاہ صاحب کے نزدیک صرف تقدیرملزم ہی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے تفردات کا پس منظر:

شاہ صاحبؒ کے مذکورہ تفردات محض ان کے وجدانی خیالات کا مجموعہ نہیں ہیں بلکہ قرآن وسنت اورآثارصحابہ وتابعین سے آپ نے یہ مسائل اخذکرکے اپنا موقف پیش کیا ہے۔چنانچہ علامہ کوثریؒ کا شاہ صاحبؒ کے''تفردات''پراعتراض کاجواب بھی شاہ صاحب کے کلام سےنقل کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

فاعلم انی لم اجتری علیہ الابعد ان رایت الآیات والاحادیث وآثار الصحابۃ والتابعین متظاہرۃ فیہ ورایت جماعات من خواص اھل السنۃ المتمیزین منھم بالعلم اللدنی یقولون بہ ویبنون قواعدھم علیہ (٦١)

''جاننا چاہیے کہ میں نے اس پر لکھنے کی تبھی جرات کی جب میں نے قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ وتابعین کو اپنا موید پایا، نیز علماء اہل سنت میں سے مخصوص علماء کو جو علم لدنی کی وجہ سے دیگر علماء سے ممتاز ہیں اس میں کلام کرتے اور ان پر قواعد کی بنیاد رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

مذکورہ بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے تفردات بلا دلیل نہیں ہیں بلکہ نصوص پر گہرے غور وفکر کے بعد آپؒ نے وہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان تفردات کے کے پیچھے عقلی نقلی دلائل ہیں جو آپ کے موقف کے موید ہیں۔

شاہ صاحبؒ سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بعض مقامات پر علامہ کوثریؒ کا قلم زیادہ ہی کاٹ دار واقع ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ محض تفردات سے نہ کسی شخصیت کی علمیت کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے افکار کی بالکلیہ تردید واجب ہوتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو شائید ہی تاریخ اسلام میں کوئی ایسا نامور عالم یا فقیہ ملے جس کے تفردات نہ ہوں تو کیا ان اکابر کی تحقیقات کو ان کے بعض تفردات کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا۔ اس پر بھی اگر کوئی اہل علم کام کرنا چاہے تو میدان خالی ہے۔ اور کیا خوب ہوگا اگر وہ یہ عنوان رکھ لے ''مشاہیر امت کے تفردات اور ان کا پس منظر ایک تحقیقی وتنقیدی مطالعہ' اس پر کام کے بعد معلوم ہوگا کہ تفردات کا آغاز کب ہوا۔ اور کتنی بڑی بڑی علمی شخصیات کے تفردات ہیں جن کو علماء امت نے قبول بھی نہیں کیا مگر ان اہل علم کے احترام میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

۱۰۔ شاہ صاحب کو اللہ تعالی نے جن خصوصیات سے نوازا تھا وہ کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ اتباع شریعت کا جذبہ اس قدر راسخ تھا کہ قرآن سنت کی خلاف ورزی تو ایک طرف اس کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور کس قدر عاجزی وانکساری کے ساتھ لکھ گئے ہیں کہ اگر میری کوئی بات قرآن وسنت یا قرون اولی کے اجماع کے خلاف تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں، اظہار لاتعلقی کرتا ہوں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وھا انا بری من کل مقالة صدرت مخالفة لآیة من کتاب اللہ او سنة قائمة عن رسول اللہ ﷺ او اجماع القرون المشھود لھا بالخیر او ما اختارہ جمھور المجتدین ومعظم سواد المسلمین فان وقع شیی من ذالک فانه خطا رحم اللہ تعالی من ایقظنا من سنتنا او نبھنا من غفلتنا(۶۲)

''اور یاد رہے کہ میں ہر اس قول سے بری ہوں کہ جو کتاب اللہ کے خلاف ہو یا رسول اللہ ﷺ کی معمول بہا سنت کے خلاف ہو، یا ان قرون کے اجماع کے خلاف جن کے لیے خیر کی گواہی دی گئی، یا اس رائے کے خلاف جس کو جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کے سواد اعظم نے اختیار کیا ہے، پس اگر ایسی کوئی بات واقع ہوگئی ہے تو یہ خطا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمیں اونگھ سے بیدار کرے اور ہماری غفلت پر تنبیہ کرے۔''

شاہ صاحب اپنے بعد میں آنے والے محققین کو ایک اچھا اسلوب اور منہج دے گئے ہیں۔ کہ وہی تحقیق معتبر ہوگی جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اس کے خلاف نہ ہو اور نہ خیر القرون کے اجماع کے خلاف ہو۔ اور نہ ہی وہ ایسی تحقیق ہو جو

جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کی اکثریت کے راستہ سے ہٹادے۔اور اگر میرے قلم سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔اور کمال عظمت دیکھیے کہ دوسرے محققین کو دعوت دے رہے ہیں کہ اگر میری کوئی قابل گرفت بات ہو تو وہ ضرور مطلع کریں اور ساتھ ہی دعا بھی دے رہیں کہ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے۔

خلاصہ بحث:

حضرت شاہ صاحبؒ علوم ومعارف کا بحر بیکراں تھے۔آپ کی تمام تصانیف اس کا بین ثبوت ہیں۔''حجۃ اللہ البالغہ'' میں آپ نے احکام شریعت کے اسرار وبھید کی دل نشین اور موثر تشریح کی ہے۔مصالح وحکم کو بیان کرنے میں آپ نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بے مثال ہے خاص طور پر ان حالات کے تناظر میں جب زمانہ نئی کروٹ لے رہا تھا،مسلم اقتدار کا سورج غروب ہونے کو تھا اور عقلیت پرستی کا دور شروع ہو رہا تھا۔آپ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں جو منہج طے کیا اس کے مطابق شروع سے لے کر تا آخر التزام کیا۔قران وحدیث کے مطابق اپنا موقف پیش کیا اور فہم قران وحدیث میں جو عوارض مانع تھے ان کے تدارک کی تدابیر بیان کیں۔زندگی کے تمام شعبوں اور پہلووں پر قرآن وسنت کی روشنی میں محققانہ کلام کیا ہے۔اور بعض مقامات پر آپ کی تحقیق ورائے جمہور علماء سے مختلف ہوگئی ہے تو اس میں کسی نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے بھی قرآن وسنت سے اخذ کیے ہوئے دلائل ہیں جن کی وجہ سے آپؒ نے یہ موقف اختیار کیا۔اور اپنے بعد میں آنے والے محققین کو ایک واضح پیغام دیا کہ اسلامی تحقیق اسی عالم کی معتبر ہوگی جو قرآن وسنت اور خیر القرون کے اجماع کی خلاف ورزی نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسی بات بلا دلیل کہے جو اس کو جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کی اکثریت کے راستہ سے الگ کردے۔

حوالہ جات

(۳۷) الکوثری،محمد زاہد،حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی،مصر،دارالانوار للطباعۃ والنشر،س ن صفحہ۹۶

(۳۸) ایضا،صفحہ۹۶تا۹۹

(۳۹) حجۃ اللہ البالغہ،جلد۱،صفحہ۱۰

(۴۰) ایضا،جلد۱،صفحہ۴۱

(۴۱) ایضا،جلد۱،صفحہ۴۱

(۴۲) ایضا،جلد۱،صفحہ۱۱۹

(۴۳) ایضا،جلد۱،صفحہ۱۱۹

(۴۴) ایضا،جلد۱،صفحہ۱۱۹

(۴۵) ایضا،جلد۱،صفحہ۱۱۹

(۴۶) ایضا، جلد۱، صفحہ۱۱۹

(۴۷) ایضا، جلد۲، صفحہ۱۵۲

(۴۸) ایضا، جلد۲، صفحہ۱۵۲

(۴۹) ایضا، جلد۲، صفحہ۱۵۴

(۵۰) ایضا، جلد۲، صفحہ۱۵۴

(۵۱) ابن رشد الحفید، بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، جلد۴، صفحہ۱۹۸

(۵۲) ابن رشد الجد، محمد بن احمد، ابوالولید، المقدمات الممھدات، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، جلد۳، صفحہ۲۸۴

(۵۳) الشیبانی، محمد بن حسن، الامام، الحجۃ علی اہل المدینہ، بیروت عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ، جلد۴، صفحہ۳۵۱

(۵۴) المنجبی، الخزرجی، علی بن ابی یحیٰ، ابومحمد، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، بیروت، دار القلم، ۱۴۱۴ھ، جلد۲، صفحہ۷۲۹

(۵۵) الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، جلد۶، صفحہ۱۲۸

(۵۶) المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، جلد۴، صفحہ۴۴۴

(۵۷) حجۃ اللہ البالغہ، جلد۱، صفحہ۴

(۵۸) ایضا، جلد۱، صفحہ۱۰

(۵۹) ایضا، جلد۱، صفحہ۱۱

(۶۰) ایضا، جلد۱، صفحہ۹

(۶۱) ایضا، جلد۱، صفحہ۹

(۶۲) ایضا، جلد۱، صفحہ۱۰، ۱۱

جنوری ۲۰۱۶ء سے ماہنامہ الشریعہ کی ۲۷ ویں جلد کا آغاز بعض انتظامی وادارتی تبدیلیوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تفصیلات آئندہ شمارے میں۔

(ادارہ)